© rasailojaraid.com

کعبوں کے ملبے

مولانا محمد ولی رازی

آخر جامعہ حفصہؓ کی دیواروں میں بھی کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی۔ اب جامعہ حفصہؓ کی زمین پر صرف ان اینٹوں کا ملبہ پڑا ہے، جو اس چہار دیواری میں برسہا برس سے معصوم اور کمسن بچوں اور بچیوں کی دل نواز تلاوت سنتی رہتی تھیں۔ یہ ملبہ اسی جگہ پڑا ہوا ہے، جہاں چند روز پہلے سینکڑوں مردوں اور عورتوں کی لاشوں کا ملبہ پڑا ہوا تھا۔ پوچھنے والے پوچھ رہے ہیں کہ ان بچوں اور بچیوں کو کس جرم کی سزا دی گئی ہے؟ لال مسجد نے اپنا لال رنگ نیلے رنگ میں بدلنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کا لال رنگ اس وقت خون بن کر اسلام آباد کی سڑکوں اور گلیوں میں بہہ رہا ہے۔ ہر ٹی وی چینل کی اسکرین پر لال رنگ بکھرا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے خون کا گہرا رنگ، ہر دن کے اخبارات کے سرورق اس رنگ سے رنگین ہیں۔ کون بتائے گا کہ یہ خون کون بہا رہا ہے؟ کیوں بہہ رہا ہے؟ کب تک بہتا رہے گا؟ خون بہانے والوں تک قانون کیوں نہیں پہنچتا؟ جو بچے یتیم اور جو بیویاں بیوہ ہو رہی ہیں، وہ کس عدالت میں جائیں؟ کس سے فریاد کریں؟ بعض حادثات اور انسانی المیے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے غم کا اظہار نہ آنسوؤں سے ہوتا ہے اور نہ گریہ وزاری سے۔ بس آدمی گم سم ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سے کربناک مناظر گزرتے رہتے ہیں۔ آنکھیں انہیں اس طرح دیکھتی ہیں، جیسے کوئی فلم یا ڈرامہ دیکھ رہی ہوں۔ البتہ دل پر اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کی فضاؤں میں شدید حبس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ نہ امنگوں اور امیدوں کی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں اور نہ کرب والم کی گرم لو چلتی ہے۔ بس ایک سناٹا اور ایک سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے' جامعہ حفصہؓ اور لال مسجد کا انسانی المیہ بھی ایسا ہی ثابت ہوا۔ میری طرح بہت سے لوگ اس کیفیت سے دوچار ہوئے ہوں گے۔

میں عمر کے اس حصے میں ہوں جس میں اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں، اس لیے شاید میں اس کیفیت سے نکلنے میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکا۔ ورنہ جو مضبوط اعصاب کے لوگ ہیں، انہوں نے اپنے قلب میں حبس پیدا نہیں ہونے دیا۔ تقریروں اور تحریروں کے آنسو بہا دیے۔ جو کہنا چاہتے تھے، انہوں نے کہہ کر، یا لکھ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیا۔ میں سب کچھ سننے اور سب کچھ پڑھنے کے باوجود یہ محسوس کرتا رہا کہ میرے دل کا حبس بڑھ رہا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ میں اپنی سوچوں کو دوسروں کے ساتھ شیئر نہیں کر سکا۔ انسان کا خون اتنا سستا ہو جائے گا۔ اس کی تحقیر اور تذلیل کی جائے گی۔ یہ بات تو ہمیں چودہ سو سال پہلے محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دی تھی، لیکن انسانی خون کی یہ تذلیل، یہ تحقیر ہمارے ہاتھوں ہوگی۔ ساری دنیا کو چھوڑ کر مسلمان، مسلمان کو قتل کر کے یہ پیشنگوئی پوری کرے گا کہ قاتل کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور مقتول کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا؟ یہ بات کربناک، المناک اور انتہائی خطرناک ہے۔ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں اور اسلام آباد میں دودھا کوں میں شہید اور زخمی ہونے والوں کی تفصیل ہر ٹی وی چینل پر آ رہی ہے۔ میں اپنے دل کا حبس بڑھانے کے بجائے اپنے قارئین سے

© rasailojaraid.com

اپنے غم اور اپنی سوچوں کو بتانے کے لیے لکھنے کی میز پر آبیٹھا ہوں۔

© rasailojaraid.com

میں اپنی بات کا آغاز آقائے دوجہاں ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کرنا چاہتا ہوں۔ توجہ سے سنیے:

ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپؐ کے ساتھ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں۔ اے اللہ کے گھر تو کتنی حرمت والا ہے! کتنا پاکیزہ ہے! کتنی عظمت والا ہے! کتنا مقدس ہے! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کی عظمت، جس کا تقدس تجھ سے بھی زیادہ ہے (یہ کعبۃ اللہ سے خطاب کر کے فرمایا)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دم سے میرے کان کھڑے ہوگئے۔ میں چونکا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کی عزت وحرمت اور جس کی عظمت بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک مسلمان کی جان۔ اس کا مال اور اس کی آبرو ہے۔

ذرا غور فرمایئے۔ مسلمان کی جان اس کا مال اور اس کی آبرو۔ یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے کعبۃ اللہ ان کی حرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناجائز طور پر کسی مسلمان کی جان پر حملہ کرے، یعنی جان سے مارے۔ زخمی کرے۔ نقصان پہنچائے۔ کوئی جسمانی تکلیف پہنچائے۔ یہ سب کام اس میں داخل ہیں۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر دے رہا ہے کہ کسی مسلمان کی جان، مال یا آبرو کو نقصان پہنچانا ایسا بڑا گناہ ہے، جیسے کوئی شخص کعبۃ اللہ کو ڈھادے۔ (معاذ اللہ) آج اگر کوئی بدبخت بیت اللہ پر ایک پتھر بھی مار دے تو سوچیے مسلمان اس کا کیا حشر کریں گے؟ جامعہ حفصہؓ اور لال مسجد میں سینکڑوں کی تعداد میں کعبے ڈھا دیے گئے۔ جہاں آج دیواروں کا ملبہ پڑا ہے وہاں شہدا کے کعبوں کا ملبہ پڑا تھا اور اسے بھی مٹی کے ملبے کی طرح بڑے گڑھوں میں دفن کر دیا گیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جامعہ حفصہؓ والوں کے جرائم کیا تھے؟ ان کے جرائم کی تعداد چار ہے:

(1) اسلام آباد کی سات مسجدوں کو منہدم کرنے پر احتجاج کیا۔ دوبارہ مسجدیں تعمیر کرنے کا مطالبہ کیا۔ حکومت کی طرف سے سرد مہری کے نتیجے میں انہوں نے چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا۔ ان کے اس اقدام کی تمام علما نے مخالفت کی۔ کسی نے ان کی ہمت افزائی نہیں کی۔ ان کا یہ طریقہ بے شک غلط تھا، لیکن مسجدوں کو منہدم کرنا زیادہ غلط تھا، یا لائبریری پر قبضہ کرنا؟

(2) بدکاری کے اڈے چلانے والی ایک فاحشہ کو انہوں نے پکڑا تھا۔ محلے کے لوگ پریشان تھے، شرفا کو شکایت تھی کہ رات کو بدکاری کرنے والے یہاں آتے ہیں۔ محلے والوں کی شکایات پر پولیس اور انتظامیہ نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ وہ شمیم نامی عورت کو پکڑ کر لائے۔ اس کو خوف خدا یاد دلایا' سمجھایا۔ اور بغیر کوئی سزا دیے چھوڑ دیا۔ ان کا یہ قدم بھی غلط تھا۔ لیکن کسی بدکاری کے اڈے کی سرپرستی کرنا زیادہ غلط تھا، یا کسی عورت کو پکڑ کر ڈرا دھمکا کر اور سمجھا بجھا کر چھوڑ دینا زیادہ غلط تھا؟

(3) پولیس نے جامعہ حفصہؓ کے کچھ طلبا کو گرفتار کیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے بھی پولیس کے چند افراد کو اس لیے گرفتار کر لیا کہ وہ اپنے طلبہ کو چھڑوا لیں۔ یہ اقدام بھی بلاشبہ غیر قانونی تھا۔ لیکن انہوں نے کسی پولیس والے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

(4) چوتھا جرم مساج سینٹر (مالش گھر) سے مالش کرنے والی چند عورتوں کو پکڑ کر لانا تھا۔ اس مالش کے مرکز میں مالش کرنے والی یہ عورتیں ہوتی تھیں اور مالش کروانے والے مسلمان (روشن خیال) مرد۔ غازی برادران نے انہیں سمجھا بجھا کر برقع پہنا کر واپس لوٹا دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام علما اور خاص طور پر وفاق المدارس نے ان کے ان اقدامات کو غیر قانونی اور غیر شرعی قرار دیا۔ بلکہ وفاق المدارس نے جامعہ حفصہؓ کی رکنیت ہی ختم کردی۔ کوئی جواب دے کہ ان چاروں جرائم کی سزا یہ تھی کہ ان کو ایک ہفتے سے زائد محاصرے میں رکھ کر بجلی کاٹ دی جائے۔ گیس کاٹ دی جائے۔ جنریٹر تباہ کر دیا جائے۔ غذا اور پانی کے قطروں سے محروم کر دیا جائے۔ بارش کے پانی کے قطروں سے وہ زندگی بچانے پر مجبور ہو جائیں۔ تمام نمازیں تیمم سے پڑھ کر اپنے رب کے سامنے جھکے رہیں اور پھر اچانک ایک پرامن حل کو چھوڑ کر ان پر اس طرح یلغار کر دی جائے، جیسے کسی دشمن ملک پر کی جاتی ہے۔ ان پر چند الزامات یہ بھی تھے کہ ان کا تعلق القاعدہ یا کالعدم تنظیم سے ہے۔ انہوں نے غیر ملکیوں کو پناہ دی ہوئی ہے۔ ان کے پاس اسلحے کا بڑا ذخیرہ ہے۔ راکٹ لانچر ہیں۔ یہ سارے الزامات میڈیا چیخ چیخ کر بیان کرتا رہا۔ حالات نے ان سب کو غلط ثابت کر دیا۔ شہید عبدالرشید غازی کا صرف ایک بے خطر مطالبہ رہ گیا تھا کہ ان سے اور ان کے طلبا سے مجرمانہ سلوک نہ کیا جائے۔ ان کو اپنے آبائی گاؤں میں اپنی والدہ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی جائے۔ کیا یہ مطالبہ اتنا خطرناک تھا کہ اگر یہ نہ مانا جاتا تو ملکی سلامتی کو کوئی بڑا خطرہ پیش آ جاتا اور اس مطالبے کو عین اس وقت نظر انداز کر دیا گیا، جب ایک پرامن حل صرف منٹوں کے فاصلے پر تھا۔ انتہا پسندی کا یہ مظاہرہ کیوں گوارا کر لیا گیا؟

اس انسانی المیے کے نتائج اپنی بھیانک صورت میں سامنے آنے لگے۔ دھماکے ہو رہے ہیں، مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ لال مسجد میں جمعہ کی نماز کے وقت جس بے دردی کے ساتھ مسجد کا تقدس پامال ہوا۔ وہ تمام مسلمانوں کے لیے شرمناک ہے۔ یہ اسلام کے دشمن، اسلام کے نادان دوست بن کر اسلام کو بدنام کرنے والے کون ہیں؟ قانون اتنا اپاہج کیوں ہے کہ ان تک نہیں پہنچ پاتا؟ یا پہنچنا نہیں چاہتا؟ حکومت یہ اعتراف کیوں نہیں کرتی کہ وہ اپنی رٹ قائم رکھنے میں ناکام ہے؟ میڈیا کو اس آپریشن سے کوسوں دور رکھا گیا۔ کیوں؟ اسپتالوں اور قبرستانوں میں میڈیا کا داخلہ جرم قرار دے دیا گیا۔ کیوں؟ سب جانتے ہیں کہ یہ سب اس لیے کیا گیا کہ لاشوں کی حالت اور تعداد عوام تک نہ پہنچے۔ انصاف سے سوچیے کہ اگر کسی اور قومی معاملے پر میڈیا کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا تو وہ اسی طرح چپ سادھ لیتے، جیسے اس معاملے میں میڈیا کی طرف سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔

حکومت کی طرف سے اس المیے پر کسی ندامت کا اظہار نہیں کیا گیا۔ بلکہ وفاقی وزیر پارلیمانی امور جن کا نام ہی شیروں کو دعوتِ جنگ دیتا ہے، انہوں نے یہ بیان دینا ضروری سمجھا کہ جامعہ حفصہؓ کی کارروائی پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔ ہونا بھی نہیں چاہیے۔ ظلم اور گناہ پر پچھتاوا تو زندہ دلوں کی دولت ہوتا ہے۔ حکومت کے عوام مخالف ان رویوں نے لوگوں میں نفرت کا بیج بویا ہے۔ لال مسجد جیسے حساس مسئلے میں حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ کسی سرکاری خطیب کے بجائے کسی غیر جانبدار اور دیانت دار عالم کو مقرر کر دیتی۔ وفاق المدارس سے کسی خطیب کی خدمات لے لیتی۔ جمعہ کے وقت مسجد کے اندر اور پھر مسجد کے باہر جو کچھ ہوا اس کے نتیجے میں لال مسجد غیر معینہ مدت کے لیے بند کر دی گئی۔ کیا یہ اسلام کی خدمت ہے؟ یہ لوگ اسلام کے بھی دشمن ہیں، پاکستان کے بھی اور مسلمانوں کے بھی۔ ان کو اس بھیانک جرم کی سزا کون دے گا؟ وہ حکومت جو آج تک بارہ مئی کے قاتلوں میں سے کسی ایک کو نہیں پکڑ سکی، جب کہ ان کے چہرے بھی میڈیا پر دکھا دیے گئے؟ یا وہ قانون نافذ کرنے والے ادارے جو طاقت وروں کے غلام اور کمزوروں پر شیر ہیں؟ اب مسلمان، پاکستان کے عوام اسلام آباد کے شہری کس دروازے پر انصاف کی بھیک مانگیں؟ کیا اعتدال پسندی، ترقی اور روشن خیالی کا رنگ بھی، خون کی طرح سرخ ہوتا ہے؟ کیا ان کعبوں کے ڈھانے والوں کا راستہ روکنے والا کوئی نہیں؟ اللہ تعالیٰ پاکستان کی اور اہل پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com